

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انہار حقانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اخلاق حسنہ اور حیا کا تلازم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فعن زید بن طلحة قال قال رسول اللہ ﷺ ان لكل دین خلقاً وخلق الاسلام الحياء رواه مالک مرسلًا ورواه ابن ماجه والبيهقي في شعب الايمان عن انس وابن عباس - ترجمہ: حضرت زید بن طلحہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”ہر دین میں ایک خلق ہے اور اسلام کا وہ خلق حیا ہے۔“

ادیان سماویہ کا مابہ الاشتراک: یعنی تمام آسمانی مذاہب بے شمار صفات و کمالات پر مشتمل ہوتے ہیں جن میں ایک صفت ایسی ہوتی ہے جسے دیگر صفات کے مقابلہ میں اعلیٰ و ارفع حیثیت حاصل ہوئی۔ یہی صورت ہمارے دین متین کی ہے۔ جو دنیا کے تمام صفات اور خوبیوں کا حاصل اور جامع ہے ان اوصاف میں سب پر غالب شرم و حیا ہے۔ نفس امارہ بالسوء تو ہر وقت انسان کو گناہوں پر آمادہ کرنے کے درپے ہے۔ گناہوں کے راہ میں اگر سب سے اہم کوئی مانع اور رکاوٹ ہے تو وہ حیا ہے۔ حیا ہی وہ سب سے اعلیٰ خصلت ہے کہ انسان کے اخلاق و خصلتوں کو کمال تک پہنچا دیتی ہے۔

بعثت سے قبل عرب کی حالت: آپ کو معلوم ہے کہ جن حالات میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی، تمام جزیرۃ العرب اخلاقی بے راہ روی، بت پرستی، قتل و قاتل، عورتوں کی بے حرمتی، زعمہ درگور کرنے جیسے بے شمار جرائم تو ان کے محبوب مشاغل تھے سرکش اور خود سر جرائم پیشہ سرداروں کا اپنے اپنے قبائل پر راج تھا، ان جاہلوں اور ظالموں کے اشاروں کو محکوم لوگ اپنے لئے حکم قطعی سمجھتے۔ نافرمانی ان کے لئے قتل کا پروانہ بن کر بجلی کی طرح ان کے وجود کو بھسم کر دیتی۔ شرم و حیا کی تو ان کے ہاں کوئی حیثیت نہ تھی قضائے حاجت کے لئے کپڑے اتار کر مرد و زن آمنے سامنے بیٹھ کر گپ شپ میں مصروف رہ کر رفع حاجت کرتے جس کی سید الانبیاء نے سختی سے ممانعت فرمادی ارشاد گرامی ہے:

عن هلال بن عياض قال حدثني ابو سعيد قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يخرج الرجلان بضربان العائط كاشفين عن عورتهمما يتحدنان فان الله عز وجل يمقت على ذالك الخ (رواه ابو داود)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو دو آدمی قضائے حاجت کے لئے نکلیں اور اپنے ستر کھول کر آپس میں گفتگو کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ اس بات سے سخت

ناراض ہوتے ہیں۔

حیاء اور ستر عورت: شریعت اور شارع تو حیا اور ستر عورت پر اتنا زور دیتا ہے کہ قضائے حاجت جو کہ انسان کا فطری اور اہم تقاضا ہے کے وقت بھی ضرورت سے زیادہ اور وقت سے پہلے ستر کھولنے کی اجازت نہیں۔ یہ ایسی ذمہ داری ہے کہ اس کیلئے خواہ مخواہ عورت کا کچھ حصہ ظاہر کرنا پڑیگا۔ مجسم حیا و رحمۃ دو عالم ﷺ اس موقع پر بھی حیا کے پیش نظر اس امر مجبوری کو بقدر ضرورت اختیار کرتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس موقع پر کیفیت کو اس انداز سے بیان فرما رہے ہیں: عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان اذا اراد الحاجة لا یرفع ثوبه حتی یدخلوا من الارض۔ (ابوداؤد) ترجمہ: ”حضرت ابن عمرؓ روایت کر رہے ہیں کہ سردار دو عالم ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے جب تک زمین کے نزدیک نہ ہو جاتے اس وقت تک کپڑا نہ اٹھاتے“

مرد و عورت کے ستر کی حدود: ائمہ کرام اور فقہاء و عظام کی متفقہ رائے ہے کہ اشد ضرورت کے بغیر اپنے آپ کو نکسا کرنا (یعنی عورت جو کہ مرد کی ناف سے لے کر گھٹنے تک اور عورت کا غیر محرم کے حق میں تمام بدن ہے) تنہائی میں بھی حرام ہے۔ اگر کوئی انبان جس کے سامنے بے حیا ہونے کا خوف نہیں مگر اللہ اور نیکی و بدی اور حفظ فرشتے تو موجود ہیں انسان کے مقابلہ میں اللہ اور فرشتے تو اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کی موجودگی میں بے حیائی کا تصور بھی نہ کیا جائے۔

حیاء کا مطلب: حیا کا مطلب یہ نہیں مرد عورت سے اپنے اپنے مخصوص اعضاء کو چھپائے رکھے اور عورت اجنبی مرد کے درمیان یہ ممانعت ہے بلکہ مرد کے دوسرے مرد کے ممنوعہ حصہ جسم کو دیکھنا اور عورت کے دوسرے عورت کے جن حصوں کو دیکھنے سے روکا گیا ان حصوں کو دیکھنا حیا اور شرم کے خلاف ہونے کے ناطے شرعاً مسلمان کو روکا گیا۔ اسلام تو اتنا عفت پاکدامنی اور حیا پر مشتمل مذہب ہے کہ حضور نے سخت مشقت اور تکلیف دہ حالت میں بھی حیا کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیا۔

حیاء کی تعلیم کا نبوی طریقہ: وعن المسور بن مخرمہ قال حملت حجراً ثقیلاً فبینا انا امشی مسقط عن ثوبی فلم استطع اخذه فرأی رسول اللہ ﷺ فقال لی خذ علیک ثوبک ولا تمشوا عراة۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت مسور ابن مخرمہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا اسے لے کر چلا۔ راستہ میں میرا کپڑا میرے بدن سے سرک کر گر گیا۔ جس سے میرا ستر ظاہر ہونے لگا۔ پتھر کے بھاری پن کی وجہ سے میں ستر نہ اٹھا سکا۔ (برہنہ حالت میں روانہ رہا۔ اس دوران آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر حکم دیا۔ اپنا کپڑا اٹھا کر (ستر کو چھپا دو) اور نکسا ہو کر رفتار جاری مت رکھو۔

محترم حاضرین! آپ خود تصور کریں کہ ایک بھاری بھر پور پھینکا اور پھر اٹھا کر سر پر رکھنا ایک مشکل اور صبر آزما کام

ہے۔ مگر اس کے باوجود اخلاق حسنہ میں حیا و عفت کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ مرشد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بے حیائی کی حالت میں سفر جاری رکھنے سے سختی سے منع فرمایا۔

سراپا شرم و حیا: آپ کو معلوم ہے کہ شریعت مطہرہ میں خاوند کا اپنی بیوی کا اور بیوی کا اپنے خاوند کے تمام بدن کو دیکھنا جائز ہے۔ اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ازواج کے شرم و حیا کی حالت یہ تھی کہ ام المومنین حضرت عائشہ جو علم و فضل کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں فرماتی ہیں:-

ما رايت فرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قط یعنی بقول حضرت عائشہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ جب حضرت عائشہ کی حیا کی کیفیت یہ تھی تو سراپائے شرم و حیا رحمت دو عالم کا حضرت عائشہ کے اعضاء ستر کو دیکھنے کا تصور بھی ناممکن ہے۔

خانہ کعبہ کا برہنہ طواف: اللہ کی وحدانیت کا انکار کرنے والے عرب و دیگر ممالک جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر بن کر وارد ہوئے۔ ان میں معاشرتی اور تہذیبی اقدار کا زور و شور سے سرعام فقدان تھا، بے حیائی اور شرم و غیرت نام کی چیز کا وجود تو ان کے ڈائری یا ڈکٹری میں موجود ہی نہ تھا۔ آج کی مغربی دنیا اور ان کے افکار و نظریات پر فریفتہ لوگوں کی مردوزن کا بالکل برہنہ ہو کر اختلاط محبوب مشغلہ اور اس انداز میل ملاپ کو بے شرمی سے تعبیر کرنے والا ان کے نزدیک غیر ترقی یافتہ جاہل اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا جاتا۔ حیا اور شرم سے بے نیازی کی حالت یہ تھی کہ مردوزن خانہ کعبہ کا طواف مادرزاد کی طرح بلکہ ننگے ہو کر کرتے۔ انسان جب گمراہی کی وادیوں میں بھٹک جاتا ہے پھر اس کی عقل و انش سلب ہو کر اپنے گناہوں کے جواز کے لئے بھوٹے عقل و سمجھ سے متصادم دلائل تلاش و بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔

نفاذ احکام کے لئے حضرت علیؓ کی بعثت: یہی بے شرمی کی صورتحال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالطبع سخت ناپسند تھی۔ آپ نے ان حرکات کی سختی سے ممانعت فرمادی۔ حضرت علیؓ کے بارہ میں روایت ہے:

عن زيد بن اليع قال سئلت عليا بائى شئ بعثت قال بارع لا يدخل الجنة الا نفس مسلمة ولا يظوف بالبيت عريان ولا يجتمع المسلمون والمشركون بعد عامهم هذا ومن كان بينه وبين النبي صلی اللہ علیہ وسلم عهد فعهده الى مدته ومن لامدة فاربعة اشهر (رواه الترمذی)

حدیث کا پس منظر و خلاصہ یہ کہ ۹ھ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر مکہ مکرمہ بھیجا، جہاں عرب کے تمام قبائل کا اجتماع ہوا کرتا تھا تاکہ وہاں پر سورۃ براءۃ میں نازل شدہ احکامات کا اعلان کر دیں۔ بعد میں اسی سلسلہ میں حضرت علیؓ کو بھی بھیجا۔ زید بن اشج نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کو کن احکامات کی تعلیم دے کر بھیجا گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا چار باتوں کا حکم دے کر مجھے مکہ روانہ فرمایا۔ پہلا یہ کہ جنت میں صرف مومن کا داخلہ ہوگا۔ دوم یہ کہ

بیت اللہ کا طواف برہنہ حالت میں بالکل نہ کریں۔ سوم اس سال کے بعد آئندہ کا فرد مسلم ایک ساتھ جمع نہ ہوں۔
چوتھا یہ کہ نبی ﷺ اور جس کے بیچ صلح ہے ایک مدت مقرر تک تو یہ صلح اسی مدت تک رہے گی اور جس کی صلح میں کچھ مدت مقرر نہیں اس کو چار مہینے تک مہلت ہے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ: اپنے برہنہ طواف کے عمل کے جواز کے لئے آج کل کے لادینی طبقہ کی طرح ”عذر گناہ بدتر از گناہ“ کے مصداق وجہ یہ بیان کرتے کہ جن کپڑوں میں ہم گناہ کرتے ہیں ان کپڑوں میں بیت اللہ کا طواف بے ادبی ہے۔ ایسے عقل و دلیل پر ماتم کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ اور اپنے وہ اعضاء جن کو ہر وقت بے شرمی اور حیا باختہ انداز میں استعمال کر رہے تھے شاید اسے کار خیر سمجھتے ہوں گے۔

اسلام کا بنیادی وصف: محترم سامعین حیاہ اسلام کا ایسا بنیادی اخلاقی امتیازی وصف ہے کہ اسی کے استعمال سے انسان کے فطرت میں جو شرم و حیا کے دواعی اللہ نے ودیعت فرمائے ہیں نکھر کر سامنے آجاتے ہیں پھر اس کے باعث انسان کئی بے حیائی کے امور اور اللہ کی نافرمانیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ وجہ یہ کہ حیا ایک ایسا وصف محمود ہے جو انسان کے دل میں تمام گناہوں سے نفرت اور اگر گناہ ہو جائے پھر بھی دل میں پریشانی اور پشیمانی اور بے چینی اور رجوع الی اللہ کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے۔ بزرگوں کے فرمانے کے مطابق حیا نہ صرف انسانوں سے کرنی ضروری ہے بلکہ اسلام اپنے پیروکاروں کو رب العالمین سے شرم و حیا کرنے کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔

شرم و حیاہ کا علمبردار: انسان سے تو کسی دوسرے انسان کے بے حیائی پر مشمل عمل پوشیدہ ہو سکتا ہے مگر عظیم بذات الصدور سے انسان کے ظاہری و باطنی کوئی عمل بھی مخفی نہیں۔ اس سے شرم کرنے میں شدت سے احتیاط برتی جائے اس سے حیاہ کرنے سے مراد یہ کہ جس کام کرنے سے ذات باری نے منع فرمایا ہے اسے کسی صورت نہ کیا جائے تمام اعضاء و جوارح کو اس نے جس انداز سے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح استعمال کیا جائے جس فرد نے اللہ کے مامورات پر عمل کرنے اور منہیات سے بچنے میں کوتاہی کی اس مردوزن نے اللہ سے حیاہ کرنے کا جو تقاضا ہے اس کی شدید خلاف ورزی کر کے اپنے آپ کو ایک بڑے گناہگار ہونے کے طور پر اپنے محسن حقیقی کے بے شمار انعامات کا جواب ناشکری اور احسان فراموشی کی صورت میں دیا۔

اللہ سے شرم کرو: ایک سچے اور یکے مسلمان کے لئے حق تعالیٰ اور اس کے انعامات کے درمیان اگر حیاہ کا وصف حائل ہو جائے تو پھر یہ تصور بھی ناممکن کہ انسان سے گناہ سرزد ہو۔ گناہ کرنے سے پہلے سو بار اسے سوچنا پڑے گا کہ جس منہم حقیقی کے مجھ پر لامحدود احسانات ہیں مجھ میں شرم و حیاہ نہیں کہ میں اس کی نافرمانی کر رہا ہوں انسان کے اسی تصور اور عقیدہ کی بناء پر سید الکونین ﷺ نے فرمایا ”استحيوا من الله حق الحياء“

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اتنی شرم کرو جتنی اس سے شرم کرنے کا حق ہے۔ حیاہ کو اختیار کرنے کا حکم صرف امت محمدیہ ﷺ

کے لئے نہیں بلکہ اہم سابقہ میں بھی حیا کی حیثیت مسلمہ حقیقت تھی۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان

معا. ادرك الناس من كلام النبوة الاولى اذا لم تستحي فاصنع ما شئت (رواه البخاری)
ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں نے پہلے انبیاء پر اترنے والے
کلام میں سے جو بات پائی ہے وہ یہ ہے کہ جب تو بے شرم ہو جائے جو دل چاہے پھر کرو“ وہ جو چاہے کرے یہ مطلب
نہیں کہ ایسے شخص کو اسلام نے مکملی چھٹی دی کہ اب جو چاہے کر سکتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ گناہوں سے جو چیز منع کرنے
والی ہے بعض لوگوں کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ مانع کا خوف اور سبب ختم ہونے کے بعد جب بے حیائی اس کے خمیر میں
شامل ہو جائے تو وہ اتنا جری ہو جاتا ہے کہ اس کی نظر میں گناہ گناہ ہی نہیں ہوتا ہر وہ کام جو بے شرمی کا کرنا چاہے ڈھٹائی
اور جرات سے کرتا جاتا ہے۔ اسے کوئی احساس نہیں ہوتا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں عام مسلمانوں کی نظروں میں میری کیا
حیثیت رہ گئی ہے۔ یہ مشاہدہ آپ حضرات اس دور اور ایسے ملک میں جس کا نام ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ ہے کے
بازاروں اور شہروں میں روزانہ کرتے رہتے ہیں کہ غیر محرم مردوں اور عورتوں کا ہر جگہ بے ہودہ اختلاط ہے شرم و حیا کا
تصور ختم ہو گیا۔ مغربی معاشرہ کی نقالی میں گھر سے باہر نکلنے والی عورتوں نے فیشن کی آڑ میں ایسا لباس پہننا اپنے لئے امر
ضروری جانا کہ اس سے نہ بدن کا پردہ ہو سکتا ہے اور نہ بدن کے رنگ ڈھنگ کو چھپایا جاسکتا ہے۔

جہنم جانے والی عورتیں: امام الانبیاء ﷺ نے ایسے لباس سے اپنے آپ کو خوشنما ظاہر کرنے والی عورتوں کے بارہ
میں فرمایا ہے ”کاسیات عاریات“ کہ بظاہر لباس میں ملبوس ہوں (اگر ننگا ہونے کا اعتراض کریں فوراً کہہ دیں گی کہ
کپڑا پہنا ہے) مگر وہ لباس ایسا ہوگا کہ پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ اور ایسی عورتوں کی جگہ جہنم میں ہوگی۔ حالات اس
نچ پر پہنچنے کی وجہ یہی کہ جس حیا کو اسلام نے اپنانے کا حکم دیا ہے اکثر لوگ اس کو اپنے اوپر لاگو کرنے اور اپنانے
کے لئے تیار ہی نہیں۔ اس بے حیائی اور بے شرمی کا مقابلہ نئی پاک سیرت اور حیا سے کوشش کرنی ہوگی تاکہ سلسلہ مزید
بڑھنے کی بجائے یہ بے شرمی ختم ہو جائے کہیں بقول عبداللہ ابن عمرؓ حضرت کے اس فرمان کے مستحق قرار نہ پائیں
کہ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان الله اذا اراد ان يهلك عبداً لنزع منه الحياء
(المحدث) ترجمہ: ابن عمر حضور ﷺ سے روایت کر رہے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو ہلاک
کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے حیا کی وصف چھین لی جاتی ہے۔ اللہ ہمیں اس عذاب سے محفوظ رکھے اور ایمان کے
اس اہم شعبہ حیا پر قائم و دائم رکھے۔

آزادی کا ہیضہ: بقول حکیم الامت حضرت تھانویؒ آج کل آزادی کا ہیضہ اس قدر پھیل چکا ہے کہ بعض جدت
پسندوں کا مطالبہ ہے کہ انسان کو کسی حکم کا یا بندہ رکھا جائے یہ آزادی رائے و خیال تمام اخلاقی اقدار کو روند کر دین سے

گزر کر دنیا میں مطلق العنانی چاہتے ہیں ان کے نزدیک قانون فطرت و شریعت اور قانون مملکت کی کوئی حیثیت نہیں سب فضول ہیں۔ بالکل جانوروں کی طرح تمام شرائط اور قیود سے آزاد زندگی گزارنا چاہتے ہیں کس قدر بے حیائی ہے اگر حیا کا خیال نہ بھی رکھا جائے پھر بھی ایسی آزادی فطرت سلیم کے خلاف ہے۔

خاتم الانبیاء کا جہاد: خاتم الانبیاء والرسول جو تمام پیغمبروں کے آخر میں تشریف لائے مگر اوصاف و کمالات کے لحاظ سے سب سے اکمل و افضل ہیں، ان کی صفت حیا کی کیفیت کا اظہار اس حدیث سے ہوتا ہے۔

وعن ابی سعید الخدریؓ قال کان النبی ﷺ اشد حياء من العذراء فی خدرها فاذا رای شینا یسکره عرفنا فی وجهه (بخاری و مسلم) ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیاء تھے۔ جب کوئی مزاج کے خلاف (غیر پسندیدہ یا غیر شرعی) بات پیش آتی تو ہم آپ ﷺ کے چہرہ اقدس سے آپ ﷺ کی ناگواری کو محسوس کر لیتے۔

حیاء ان پر اس قدر غالب تھی کہ غیر مناسب بات کا اظہار زبان سے نہ کرتے بلکہ ناگواری اور بری بات کے اثرات آپ کے چہرے پر ظاہر ہو جاتے تھے، صحابہ کرامؓ جو آنحضرت ﷺ کے سب سے زیادہ مزاج شناس تھے، چہرے کے تغیر سے آپ کی ناگواری اور خفگی کو محسوس کر لیتے۔ اس حدیث میں جہاں شریعت کی رو سے شرم و حیاء کو اخلاق نبوی ﷺ کی اساسی حیثیت حاصل ہے وہاں امت کو یہ بھی تلقین ہے کہ اپنے اندر حیاء کے وصف کو پیدا کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ کے اس حیاء کا تعلق صرف ان کی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ دوسرے باحیاء فرد کے حیاء کی وصف کو اہمیت دے کر اس کی قدر کرتے۔

شرم و حیاء کا مجسمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ جن سے آنحضرت ﷺ کی دو بیٹیوں کی شادی ہوئی، پہلے حضرت رقیہؓ ان کی وفات کے بعد حضرت ام کلثومؓ ان کے عقد میں آئیں۔ اس شان و عظمت والے خوش نصیب کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا لکل نبی رفیق و رفیق فی الجنة عثمان یعنی ہر نبی کا ایک مہربان دوست ہوتا ہے اور میرے دوست اور ساتھی جنت میں عثمانؓ ہیں، انکی حیاء مسلمانوں میں ضرب الشل کی مانند ذکر ہوتی۔ شرم و حیاء کا مجسمہ تھے ایک موقع پر آنحضرت گھر میں رانیں یا پنڈلیاں کھول کر لیٹے۔ اتنے میں کسی نے حضرت ابو بکرؓ کے اندر آنے کی اجازت مانگنے کا عرض کیا۔ حضورؐ نے اسی حالت میں داخلہ کی اجازت دی، کچھ دیر بعد حضرت عمرؓ نے آ کر دروازے پر اجازت کی درخواست پیش کی انکو بھی اسی آرام گاہ میں آنے کا فرمایا۔ پھر تیسرے داخلہ کی اجازت مانگنے والے حضرت عثمانؓ تھے۔ آنحضرت ﷺ انکا نام سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے بدن پر کپڑے درست کر لئے۔ مہارک ٹانگوں کے جن حصوں پر کپڑا نہ تھا، ڈھانپ کر انکو اندر آمد کی اجازت دی۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کے آنے پر بے تکلف انداز میں لینے اور حضرت عثمانؓ کے داخل ہونے پر کپڑوں وغیرہ درست کرنے اور اہتمام کی وجہ پوچھی۔ سرکارِ دو عالم

ﷺ نے فرمایا: الاستحی من رجل يستحي منه الملائكة۔ کیا میں اس شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے حیاء کرتے ہیں۔ حیاء فرشتوں کی اعلیٰ ترین صفت ہے جو سردارانِ انبیاء کے ان الفاظ کے ذریعے حضرت عثمانؓ میں ثابت کی گئی اور حضور اکرمؐ کے نزدیک حضرت عثمانؓ کی جوعزت اور جلالتِ شان تھی اسکا بھی اظہار ہے صحابہ کرام جو سب کے سب اعلیٰ ترین اخلاق کے نمونے تھے مرشدِ کامل ﷺ جس صحابی کی طبیعت پر جس وصف کا غلبہ ہوتا اسی طرح سلوک بھی اس سے فرماتے۔ حضرت عثمانؓ پر چونکہ حیاءِ عفت کے صفت کا غلبہ تھا اسلئے آنحضرت ﷺ ہر موقع پر انکے اسی صفت کا خیال رکھتے تھے

اخلاقِ حسنہ کا اعلیٰ جوہر: اخلاقِ حسنہ انسان کیلئے لازمی قرار دیتا ہے کہ اس میں اپنے خالق و مالک کے اسماء کا ظہور ہو جیسے کہ اللہ قدیر جبار مقتدر ماہر غالب ہیں تو اسکے حقیقی بندوں میں شجاعت اور بہادری کی صفت ضرور موجود ہونی چاہیے۔ یہ وصف انسان کے اخلاق کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی شجاعت کے ناطے انسان میں بیج و حق بات کہنے اور دشمن کا دفاع اور مقابلہ بہادری اور استقلال سے کرنے کی صلاحیت پیدا ہو کر دشمن کے آگے سینہ سپر ہو کسی موقع پر بزدلی، ذلت اور شکست کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔ اخلاقِ حسنہ کا یہ اعلیٰ جوہر تمام انبیاء میں اعلیٰ انداز میں موجود تھا اس کی بدولت ان کو دین و دُشمنوں پر غلبہ اور اداِ یانِ حقہ کا بول بالا رہا۔ ختمِ الرسل ﷺ جو کہ تمام انبیاء کے امام اور سردار تھے تو اسی صفتِ شجاعت میں بھی کمال و تمام انہی پر ہوا۔ کئی غزوات میں سخت ترین آزمائش کے بھرپور مراحل آئے جاٹا صحابہ میں بھی وقتی طور پر مخالفین کے افرادی قوت کی زیادتی اور ان کے پاس آلاتِ حرب کے بہتات سے پریشان ہو جاتے تو حضور ﷺ کے پاس دوڑ کر ان کی بہادری اور استقامت کا اقرار ان الفاظ سے کرتے۔

بے مثال حسن اور باکمال شجاعت: حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کان النبی ﷺ احسن الناس واشجع الناس واجود الناس یعنی آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ حسین، تمام لوگوں سے بڑھ کر بہادر اور سب سے زیادہ بخشنے والے تھے غزوہ خنین میں ایک موقع ایسا آیا کہ بعض مجاہدین کے پاس وسائل کی کمی تھی کہ اچانک بنو ہوازن جو ماہر تیر انداز تھے انکا ہر وار نشانے پر لگتا۔ صحابہ پر تیروں کی بارش کر دی۔ صحابہ دشمن کا مقابلہ مضبوطی سے نہ کرنے کی وجہ سے آنحضرت کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے سفید خنجر پر سوار تھے۔ ابوسفیان بن حارث خنجر کی لگام پکڑے آگے تھے حضورؐ جنگ کا پریشان کن مرحلہ اور صحابہؓ کی گھبراہٹ دیکھ کر خنجر سے اترے اللہ سے مدد کی دعا کی۔ اور فرمایا انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب یعنی میرے نبی ہونے میں کوئی شک اور جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ حضور ﷺ کی شجاعت، ہمت اور استقامت سے بکھرے ہوئے صحابہؓ نے جوش و ولولہ کے ساتھ از سر نو منظم ہو کر آپ نے دوبارہ صف بندی فرمائی وہ عمل جو فرار کی صورت اختیار کر رہا تھا۔ حضور ﷺ کی شجاعت کی بدولت استقامت کی صورت میں تبدیل ہوا۔ اسی کے سبب بظاہر غالب آنے والا دشمن شکستِ فاش سے دوچار ہوا۔

اس واقعہ میں براء ابن عازب کا یہ جملہ ہم جیسے کم ہمت دشمن سے مرعوب ہونے والے لوگوں کے ہتھیوڑنے اور عبرت کے لئے اعلان عام ہے کہ اگر غلبہ حاصل کرتا ہے تو اللہ نے جو اسوہ اور نمونہ ہمارے لئے بھیجا ہے ان کے اوصاف اپنے اندر پیدا کریں وہ جملہ یہ ہے کنا واللہ اذا احمر البأس انتقی بہ وان الشجاع منا الذی یحاذی بہ یعنی النبی ﷺ خدا کی قسم جب لڑائی سخت ہوتی (اور ہم دشمن کے دباؤ میں ہوتے تو آنحضرت کے پاس پہنچ کر اپنی حفاظت کرتے بلاشبہ ہم میں بہادر وہ شخص ہوتا جو آنحضرت کے برابر کھڑا ہوتا۔ جیسے کہ پہلے حضرت انسؓ کی روایت میں عرض کر چکا ہوں کہ حضور ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی، حسین، بہادر تھے آگے فرماتے ہیں: ولقد فزع اهل المدينة ذات ليلة قبل الصوت فاستقبلهم النبي ﷺ قد سبق الناس الى الصوت، وهو يقول لم تراعوا لم تراعوا وهو على فرس لابی طلحه عری ماعلیہ سرج وفي عنقه سيف فقال لقد وجدته بحرا (بخاری و مسلم) ترجمہ: ایک رات کہ مدینہ کے لوگوں نے (کسی جانب سے چور ڈاکو یا دشمن کی آواز سنی) سب پریشان ہو کر (ایک دوسرے کو آوازیں کرنے لگے) کچھ لوگ اسی آواز کی طرف جانے کیلئے روانہ ہوئے۔ وہاں انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو اکیلے موجود پایا۔ تنہا آواز کی طرف پہنچے تھے آپ نے سب لوگوں کو مطمئن کر دیا کہ کوئی خطرہ نہیں اس وقت ابو طلحہ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ جونگی پیٹھ تھازین اس پر نہیں تھی۔ نیز آپ ﷺ کے گردن مبارک میں تلوار پڑی تھی فرمایا میں نے اس گھوڑے کو دریا کی طرح تیز رو پایا۔ یہ ہے ہمارے آقا اور محبوب رب العالمین کی جرأت اور دلیری جسکی نظیر نہ ابھی تک پیدا ہو سکی نہ قیامت تک کوئی قوم مذہب اور تہذیب پیش کر سکے گی۔

اخلاقِ حسنہ کا نمونہ: معزز حاضرین چار ہفتوں سے اخلاقِ حسنہ قرآن مجید کی آیات اور آنحضرت کے کردار و اقوال کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی، ان اخلاقی خوبیوں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اس کے کلیات و جزئیات کی تشریح اور وضاحت کے لئے علمی استعداد، معلومات اور عمر دراز بھی ناکافی ہے۔ ان تمام اخلاق کا مجموعہ اور نمونہ ذات اقدس ﷺ ہی تھے۔ ہمیں چاہیے کہ جن اعمالِ حسنہ کو انہوں نے اپنایا ہے اسے اپنے آپ پر جاری و ساری رکھیں اور جن اعمال کے ارتکاب سے انہوں نے منع فرمایا۔ سختی سے ان سے اجتناب کریں۔ انسان کو یہ بلند و بالا مقام اسی اخلاق کے بدولت حاصل ہوا۔ پستی اور ذلت کی وادیوں سے نکل کر عروج اور قدر و منزلت اسی کی بدولت نصیب ہوا۔ اب بھی اگر ہم اپنی رو بہ تنزل مقام کو سہارا اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں جیسا مرتبہ حاصل کرنا چاہیں تو اس کے لئے شرط یہ ہے رحمۃ للعالمین ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کی دل و جان سے اتباع کریں۔

رب العزت مجھے اور آپ سب کو حضور ﷺ کے اس دعا کہ اللھم انت حسن خلقی فحسن خلقی

(ترجمہ: یا اللہ آپ نے میری بناوٹ اچھی بنائی تو میری عادت کو بھی اچھی بنا) کا مصداق بنادیں